کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ یہ کام حضور کے شرکاء نے محض حضور کو اذیت پہنچانے اور دکھ دینے کی غرض سے سینہ زوری کرتے ہوئے کیا ورنہ اُن کا قطعاً کوئی حق نہ تھا انہوں نے ایک دیوار کھڑی کر کے مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ دونو کا راستہ بند کر دیا۔ جس کی وجہ سے حضور کے خدام غلاموں اور مہمانوں کے علاوہ خود حضور پر نور کو سخت اذیت پہنچی۔ کیونکہ حضور کو اپنے دوستوں اور خدّام کی تکلیف کا احساس اپنی تکلیف سے بھی کہیں بڑھکر ہوا کرتا تھا۔ مساجد میں پہنچنے کے لئے ایک لمبا چکر کاٹ کر لوگوں کو جانا پڑتا۔ اور برسات کے ایّام میں تو کیچڑ گارے کے باعث اکثر لوگ پھسلنے گرنے سے چوٹیں کھاتے تھے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے از راہ شفقت اپنے مکان کے گول کمرہ کے دروازے کھلوا کر راستہ بنوا دیا۔ جس سے بہت حد تک تکلیف اور مشکل میں کمی ہو گئی۔ مگر تاہم یہ ایک

بھاری ستم اور انتہائی ظلم

تھا۔ جو ان لوگوں نے روا رکھا۔ اسی پر بس نہ تھی ان شرکاء کی دیکھا دیکھی اور شہ پر بعض وہ لوگ جو کمیں کہلاتے اور رذیل اور ارذل ہوا کرتے۔ وہ بھی دلیر ہو رہے تھے اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ کہ اگر کوئی احمدی کسی ایسے افتادہ کھیت میں بھی رفع حاجت کے لئے چلا جاتا۔ جو ملکیت تو اُن کے آقا کی مگر یہ لوگ بطور مزارعہ کبھی اس میں غلبہ رانی کر چکے تھے۔ تو یہ بدبخت اس کو اس بات پر بھی مجبور کرتے کہ وہ

غلاظت اٹھا کر

لے جائے۔

گالیاں۔ پھاوڑے اور ٹوکریاں کام کرتے مزدوروں سے چھین کر لے جانا تو ایک معمولی بات ہو گئی تھی۔ انفرادی طور پر لڑائی جھگڑا۔ مار پیٹ اور تذلیل و تحقیر کے سلوک کے علاوہ ایک مرتبہ تو حملہ کر کے غریب احمدیوں کے گھروں تک میں آن گھسے تھے۔ ان مشکلات و مصائب اور بے پناہ مظالم کے مقابلہ میں یہی

حکم یہ تھا

کہ "صبر سے سب کچھ برداشت کرو۔ اور اُف تک نہ کرو۔

جس میں برداشت کی تاب نہیں۔ اور اس کا نفس اس
کو انتقام و مقابلہ پر آمادہ کرتا ہے۔ تو بہتر ہے۔ کہ
وہ یہاں سے چلا جائے"

گالیاں سنکے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اپنوں اور رعیت و محکوم لوگوں کا یہ حال تھا۔ تو غیروں کی مخالفت۔ اُن کے مظالم اور سلسلہ کو نابود و معدوم کر دینے کی کوششوں اور منصوبوں کا کیا حساب و شمار ہو سکتا ہے؟ یہ داستان ظلم و ستم نہایت ہی دردناک۔ کہانی طولانی اور قصے رقت آمیز ہیں۔ جن کا یہ موقعہ نہیں۔

سیدنا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاندانی ترکہ سے جو ورثہ پایا۔ اس کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے اس تسلی آمیز اور محبت بھرے کلام سے ہو سکتا ہے۔ جو حضرت کو اپنے والد صاحب بزرگوار کی وفات کے باعث بتقاضائے بشریت بعض وجوہ معاش کے بند ہو جانے کے خیال سے پیدا ہونے والے فکر پر آپ کو الہاماً فرمایا:۔

الیس اللہ بکاف عبدہٗ

ترکہ مرحوم کا قادیان کی اراضیات میں تخمیناً تین آنہ تھا۔ بارہ آنہ بعض پیچیدگیوں میں مرزا اعظم بیگ صاحب کی طرف چلا گیا۔ اور قریباً قریباً ایک آنہ باقی تینوں شریک بھائیوں کا تھا۔ بس +

قادیان کی بستی کا احیاء

:اور:

اسکی عظمت کا دور

یعنے

نئی زمین اور نیا آسمان

قوموں اور ملکوں۔ حکومتوں اور سلطنتوں۔ شہروں اور بستیوں کی قسمت کا بنانا اور بگاڑ دینا خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ جس کے سارے افعال اور قدرتوں کی مصلحت اور حکمت کا جاننا نہ ہر کسی کے لئے ضروری ہے۔ اور نہ ہی ممکن۔ خدا کی ساری خدائی کا احاطہ لا یحیطون بشیئٍ من علمہ الا بما شاء۔

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بنادے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

کسی قوم کا مٹا دینا یا اس کی حکومت و سلطنت کو اٹھا دینا کبھی بطور سزا و عذاب اور کبھی بطور انعام و اصطفےٰ بھی ہوا کرتا ہے انعام پانے یا ترقیات کے لئے قربانیاں لازمی اور ضروری ہیں جو کبھی کی جاتی اور کبھی کرائی جاتی ہیں۔ یعنی کبھی شرعی احکام اور اوامر و نواہی کی تعمیل میں انسان خود اپنی خوشی سے اپنے اوپر مجاہدات و ریاضت اور مشکلات و تکالیف وارد کر کے قربانی کرتا۔ اور ایک موت قبول کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ فیوض و برکات الٰہی کا مورد بن جاتا ہے۔ اور کبھی خود خدا کی طرف سے

قضاء و قدر

کے ماتحت۔ قوموں اور افراد پر مشکلات و مصائب کے پہاڑ گرائے جاتے اور وہ آزمائے جاتے ہیں۔ اس امتحان میں رضا و تسلیم اور صبر و استقامت کے نتیجہ میں جو عظیم الشان برکات۔ خارق عادت تغیرات اور عروج و اقبال ملا کرتا ہے۔ وہ برسوں کی ریاضت۔ مدتوں کے مجاہدے اور سالہا سال کی عبادت کے نتائج و ثمرات سے بھی کہیں بڑھکر ہوا کرتا ہے۔ یہی لوگ اور قومیں خدائی صلوات رحمت اور ہدایت کی مستحق و مورد ہوتی ہیں۔

چھوٹی چیز بڑی کے واسطے۔ معمولی اغراض۔ مقاصد عالیہ کیلئے افراد۔ قوم پر اور ادنیٰ اعلیٰ پر قربان و نثار کئے جایا کرتے ہیں۔ دنیا فانی۔ دنیا والے بھی فانی۔ اس کے ساز و سامان فانی۔ سلطنت و حشمت بھی فانی اور زوال پذیر

فانیوں کی جاہ و حشمت پر بلا آوے ہزار
جاہ دنیا چیز کیا دنیا ہے خود ناپائیدار

خدا باقی یا پھر خدا والے۔ خدا میں گم ہو جانے والے۔ اور وہ باقی باللہ مقدسین جو ہر چیز پر خدا کو مقدم کر لیتے۔ اپنے ارادے۔ خواہشات اور آرزوئیں اس کی رضا کے لئے قربان کر کے

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ

کا کامل اسوہ اور اعلےٰ نمونہ پیش کیا کرتے ہیں۔ وہ خدا میں محو اسی میں نہاں ہو کر اس طرح اپنے رب کی پناہ میں آجاتے ہیں کہ پھر آگ اُن کو جلا سکتی ہے۔ نہ پانی اُن کو ڈبو سکتا ہے۔ اُن پر حملہ کرنے والوں کو خدا خود جواب دیتا اور مقابلہ کرنے والوں کے مقابل پر کھڑا ہو کر اُن کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ خدا ایسے دنیوی سلطنتوں اور حکومتوں کو لات مارتے اور ٹھکراتے ہیں۔ مگر خدا ان کو ایسی دولت و حکومت عطا فرماتا۔ جو لازوال اور غیر فانی ہوا کرتی ہے۔ اور وہ ایسا ملک روحانی اور عطاء رحمانی ہے۔ جس کے مقابل پر ساری دنیا کی بادشاہی بھی ہیچ اور قربان کئے جانے کے قابل۔ دنیا کے بادشاہ نہ صرف اس پر رشک کرتے بلکہ ان کی غلامی میں سعادت اور کفش برداری میں عزت پاتے ہیں۔

ملک روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر

وہ دنیا کو اکیلے نظر آتے۔ یکہ و تنہا دکھائی دیتے۔ مگر در پردہ اُن کا خدا خود اُن کا معین۔ حافظ و ناصر ہوتا ہے۔ وہ یار و غالب ہوتے ہیں۔ اسی لئے اُن پر کسی کو غلبہ نہیں مل سکتا۔ ہمیشہ وہی غالب رہتے ہیں۔ کیونکہ خداوند عالم کے لاکھوں کروڑوں فرشتے اُن کے ساتھ رہتے ہیں۔ جو ان کی تائید و نصرت کے لئے سرگرم عمل اور کمربستہ رہا کرتے ہیں۔ اور خدا کا یہ فضل۔ یہ انعام صرف اور صرف انہی پاکبازوں کے حصہ میں آتا ہے۔ جو اپنی ساری ہمت سارے ارادہ اور سچی دلی تڑپ سے

خالص خدا کے ہو جاتے ہیں

یہ باتیں بناوٹ یا نقل سے نہیں ملا کرتیں۔ کیونکہ خدا، خالق و مالک دلوں کی کیفیات کو دیکھتا اور انسان کے اندرونہ پر جھانکتا ہے۔ ظاہرداری اور خالی قشر یا لہو اور گوشت پوست اس کے حضور شرف قبولیت نہیں پاتے۔ بلکہ سچی نیت اور قربانی کی پاک و مطہر روح وہاں قبول ہوتی ہے۔ لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن ینالہ التقوی منکم۔

زمین اور یہ آسمان خدا جانے کتنے لمبے عرصے کے تغیرات کے بعد جا کر مکمل ہوئے۔ اور موجودہ شکل و صورت تک پہنچے ہیں ہزاروں سال میں یا لاکھوں برس میں؟ تو عالم روحانی کی تکمیل کا تو اندازہ ہی مشکل ہے۔ کیونکہ وہ سفلی و مادی اور کثیف۔ مگر یہ عالم روحانی اور لطیف بلکہ الطف۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خداوند نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

لولاک لما خلقت الافلاک

سو جس کی خاطر اور خدمت کے لئے یہ دنیا جہان اور سب کچھ بنا اور لمبے زمانوں اور قرنوں میں مکمل ہوا۔ اس کا کمال اور تسویہ کتنے لمبے زمانہ میں ہوا ہوگا؟

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے۔ کہ اوّل ما خلق اللہ نوری۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سب سے پہلے میرا نور اللہ تعالےٰ نے خلق فرمایا۔ گویا پیدائش عالم سے بھی پہلے

نور محمدی

پیدا ہُوا۔ مگر اس کا ظہور کب ہُوا یہ ظاہر ہے۔ کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کے بعد یعنی آج سے قریباً چودہ سو برس پہلے۔ گویا تخلیق نور محمدی اور ظہور نور محمدی کا درمیانی عرصہ ایک نہایت طویل زمانہ پر مشتمل ہے۔ اور خدا جانے کتنی باریک در باریک اور لطیف و نظیف ترقیات کے بعد اس کی تکمیل ہوئی۔ اور کتنے تغیرات ذہنی اور دماغی۔ علمی اور اخلاقی کے بعد نسل انسانی میں اس

نورِ نبوّت

کی برداشت کی طاقت و تاب پیدا ہُوئی ہو ابھی حالت یہ تھی۔ کہ تکمیل نور نبوی یعنی تکمیل شریعت تو ہو لی۔ مگر تکمیل اشاعت اور اس کے پھیلانے کیلئے ابھی اور قریباً چودہ سو برس کا زمانہ درکار تھا۔ جو مسیح محمدی یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والاصفات اور آپ کے زمانہ میں مقدر تھا۔ اور چونکہ مسیح محمدی کی بعثت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی بعثت ہے۔ جیسا کہ

آخرین منھم لمّا یلحقوا بھم

میں بیان ہُوا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسیح محمدی کی بعثت کو اپنی بعثت اور اس کے زمانہ کو خود اپنا زمانہ فرمایا۔ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شوق اور استفسار پر یہاں تک فرما دیا۔

"نہیں کہا جا سکتا۔ کہ میری اُمت کے لئے پہلا زمانہ زیادہ اچھا ہے۔ یا آخری زمانہ"

یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ۔

اس کے علاوہ سلمان منا اھل البیت۔ فرما کر گویا ان کو اپنا لیا۔ اور جس قرب و قرابت اور تعلق اور رشتہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ سمجھنے والوں کے لئے ایک حقیقت اور غور کرنے والوں کے واسطے نور ہدایت ہے۔ آپ نے اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اس معاملہ کو اور کھولا۔ اور نمایاں فرمایا ہے۔ جب کہ

سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر دست شفقت رکھکر اس حقیقت کا انکشاف فرمایا۔ کہ۔ لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل (رجال) من ابناء فارس۔ اس حدیث کو اگر اس کے بیان کی وجہ کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے۔ تو بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آیۃ قرآنی ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہٖ کی تفسیر بیان فرما رہے تھے۔ کہ یہ اظہار الدین مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کے زمانہ میں ہوگا۔ اور اسی دوران میں آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھکر مذکورۃ الصدر الفاظ فرمائے۔ اس طرح گویا آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دامن ہی صحابہ اور آنے والی نسلوں کے ہاتھ میں دیدیا۔ اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے۔

تو سمجھائے گا خدا

اور نورِ محمدی کی اس کرن اور شعاع کو جو اس مقدس انسان کے روحانی وجسمانی ذریات کی بے شمار نیسوں کے اندر پنہاں تھی اس کو شناخت فرماکر۔ بھانپ کر یا اس کی خوشبو پاکر اعلان فرما دیا۔ کہ یہ وہ شخص ہے۔ جس کی نسل میں نور محمدی موجود ہے جو میری بعثت ثانیہ اور زمانہ

اشاعت نور محمدی

میں ظاہر ہو کر چمکے گا۔

الغرض یہ سارے تغیرات اور تبدیلیاں جو اس دَور میں ہوئیں۔ ساری ترقیاں اور عروج علمی و عملی ظہور میں آئے۔ انسان کا ذہنی اور دماغی ارتقا ہُوا۔ انسان کی ہر قسم کی استعدادیں بڑھیں۔ زمینی و آسمانی حوادث ظاہر ہُوئے۔ سائنس کا چرچا ہُوا۔ ایجادات کا کمال اور محیر العقول آلات نکلے۔ یہ تمام کے تمام اسی روحانی مائدہ اور آسمانی نور کی اشاعت و خدمت کے لئے ظہور میں آئے۔ یا یہ کہ نور محمدی کے اس ظرف لطیف و نظیف اور طیب و امین کی تیاری کے لئے یہ سب کچھ ہُوا۔ جو بطور ایک تابوت سکینت ترقی یافتہ اور مادی کمالات سے آراستہ دنیا کے لئے مقدر تھا۔ اور یہ امر ربی خدا کی ایک مقبول نسل کے پشتہا پشت کے گوناگوں تغیرات اور خلاصہ در خلاصہ کی روح ہے۔ جس کو خداوند خدا نے اپنی رحمت کے عطر سے ممسوح فرماکر ہزاروں چکروں اور سینکڑوں بھٹیوں میں سے گذارتے ہُوئے نور محمدی کی تبلیغ و اشاعت کے لئے تیار فرمایا۔ جو

سیدنا حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا کو ملنے والا اور کفر و شرک و جہالت و ضلالت۔ نیز جنگ و جدال اور شرارت و فساد کو مٹاکر دنیا کو شیطان کی غلامی۔ جہالت کی تاریکی اور کفر و شرک کی نجاست سے آزاد کرکے بندوں کو خدا کے بندے اور باخلاق بندے بنانے کو آنے والا تھا۔ بھولے بھٹکوں کو ہدایت کا نور دے کر اپنے خالق حقیقی کی طرف پھیرنے اور اس سے ملا دینے والا تھا۔

حضرت اقدس کی آبائی ریاست اور خاندانی حشمت نیز دولت وثروت کی صف اللہ تعالیٰ کے بار بار در بار یک مصالح اور نہاں در نہاں حکمتوں اور مصلحتوں کے ماتحت لپیٹ دی گئی۔ قوت و شوکت اور حکومت و رعب کا کوئی بھی اثر باقی نہ رہ گیا بلکہ مشکلات و مصائب کا ایسا دَور شروع ہُوا کہ حضور کے والد بزرگوار تو ناکامیوں اور نامرادیوں کی وجہ سے عموماً ایک نہایت گرداب غم اور حزن و اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے۔ چنانچہ ان حالات کا جو اثر حضور پُرنور قبول فرماتے۔ وہ یہ تھا کہ:۔

"مجھے ان حالات کو دیکھکر ایک تبدیلی پیدا کرنے کا موقعہ حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت والد صاحب کی تلخ زندگی کا نقشہ مجھے اس بے لوث زندگی کا سبق دیتا تھا۔ جو دنیوی کدورتوں سے پاک ہے" (کتاب البریہ)

اوّل تو خدا نے ہی اپنے فضل سے حضور پُرنور کی فطرت کا خمیر

اپنی محبت اور عشق

کی مقدس مٹی اور وفا و صفا کے مادہ سے اٹھایا تھا۔ پھر اس کے فرشتوں نے حضور کے سینہ کو ہر قسم کی دنیوی کثافتوں اور کدورتوں سے دھو دیا تھا۔ بزرگوں کی سلطنت کے چلے جانے سے جو حالات پیدا ہُوئے۔ جن کا نمایاں نتیجہ آپ کی حیرت اور تبتل الی اللہ کے لئے آپ کے والد محترم کی زندگی کی صورت میں آپ کے سامنے تھا۔ جس نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اور حضور کلیۃً دنیا ناپائیدار اور اس کی زینتوں سے کٹ کر خالص اور سموچے خدا کے ہو گئے۔

ان تغیرات کی تہ میں کیا مصالح الٰہی اور حکمتیں مخفی و کارفرما تھیں۔ اُن کا تفصیلی علم تو خدا کے سوا کسی کو نہیں یا پھر خدا نے جتنا جس کو دے دیا۔ ایک موٹی سی بات مرتبع و محل کی مناسبت سے میری سمجھ میں آئی۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اوّل خداوند عالم نے سیدنا حضرت اقدس کو ایک عظیم المرتبت اور شاہی گھرانے میں پیدا کیا تا نجابت و شرافت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کی تربیت ہو۔ کیونکہ بادشاہوں نے آپ کی غلامی میں داخل ہونا تھا۔ دوم یہ کہ حکومت و طاقت مٹا دی۔ تا کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے۔ کہ حکومت و طاقت کے زور سے کامیاب ہُوئے ہیں۔ اور صرف خدا کی تائید و نصرت اور اسی کے نام کا جلال و شوکت ظاہر ہو۔ امر سوم وہ جو خود حضرت نے ارقام فرمایا ہے:۔

"مگر تاہم میں جانتا ہوں۔ کہ وہ تمام صف ہمارے اجداد کی ریاست اور ملک داری کی لپیٹی گئی۔ اور وہ سلسلہ ہمارے وقت میں آکر بالکل ختم ہو گیا۔ اور ایسا ہُوا۔ تا کہ خدا تعالیٰ نیا سلسلہ قائم کرے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس سبحانہ کی طرف سے یہ الہام ہے۔ سبحان اللہ تبارک و تعالیٰ زاد مجدک ینقطع آباءک و یبدء منک یعنی خدا جو بہت برکتوں والا ہے۔ اور بلند اور پاک ہے۔ اس نے تیری بزرگی کو تیرے خاندان کی نسبت زیادہ کیا۔ اب سے تیرے آباء کا ذکر قطع کیا جائے گا۔ بعد خدا تجھ سے شروع کریگا اور ایسا ہی اس نے مجھے بشارت دی۔ کہ میں تجھے برکت دوں گا۔ اور بہت برکت دونگا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

القصہ وہ دَور ختم ہو کر دوسرا مبارک دَور شروع ہو گیا۔ جس کے متعلق خدائی وعدے بے انتہا برکتوں اور ترقیات کے علاوہ جاہ و جلال اور شوکت و اقبال کے بھی ہیں۔ نیز اسی ذیل میں حضور کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہ بستی جو مرکز سلسلہ اور تختگاہ رسول ہے۔ بھی بہت ترقی کرے گی۔ معزز و مکرم اور بہت بارونق ہوگی۔ علم و فضل اور تقویٰ و طہارت کا چرچا ہونے لگا۔ حتیٰ کہ دنیا جہان کو اب اسی مرکز سے روحانی پانی اور غذا ملا کرے گی۔ یہ بستی ظاہری لحاظ سے بھی بڑھے گی۔ اور بہت بڑھے گی۔ حتیٰ کہ اس کی وسیع سڑکوں پر گوناگوں سواریوں کی کثرت سے چلنا پھرنا مشکل ہوگا اور بہت بڑے بڑے سیٹھ اور جوہری اس کے بازاروں میں کاروبار کریں گے۔ اور اتنی پھیلے گی۔ کہ دریائے بیاس تک اس کی آبادی کا سلسلہ پہنچ جائے گا۔ اور ہجوم خلق کی وجہ سے ارض حرم کا منظر ہُوا کرے گا۔

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

کیونکہ ھان ان تعان ولسعت بلین الناس وقت آگیا ہے کہ تیری تائید و نصرت کے سامان ظاہر ہوں۔ اور تو دنیا کے کناروں تک مشہور و معروف ہو جائے۔

سنت اللہ یہ ہے۔ کہ انبیاء کرام کے مقاصد عالیہ کی تخم ریزی تو اللہ تعالیٰ ان کے اپنے ہاتھوں کرا دیا کرتا ہے۔ باقی تنظیم استحکام۔ حفاظت و آبیاری اور تکمیل و تفصیل ان کے بعد

قدرت ثانیہ

یعنی خلفاء کے ذریعہ کرائی جاتی ہے۔ جو اپنے مطاع و متبوع کے کام کی نگرانی و خدمت اور ترقی و اشاعت میں سرگرم عمل

[illegible] رہتے ہیں۔ موعودوں کے متعلق نص قرآنی اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک اس امر کی مظہر ہے کہ بعض وہ پیشگوئیاں اُن کے ہاتھ سے اور اُن کی زندگی میں پوری ہو جاتی ہیں۔ اور کچھ ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جو اُن کے وصال کے بعد اُن کے نواب اور جانشینوں کے زمانہ میں جا کر پوری ہوتی ہیں۔ علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ خدا کے سوا کوئی غیب پر اطلاع پانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ البتہ جس کو اور جتنا خدا چاہے علم غیب سے حصہ دیکر نواز دیتا ہے۔ تا اس کی صفت عالم الغیب کی دلیل اور

علم و قدرت

کا اظہار اس کے بندوں کے ایمان اور یقین کی ترقی و تازگی کا موجب ہو۔ چنانچہ اسی حکمت کے ماتحت اللہ تعالےٰ نے ہمارے امام خیر الانام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بکثرت امور غیبیہ کے علم سے سرفراز فرمایا۔ جن میں سے بعض باتیں موقع و محل کے مناسب حال لکھی جاتی ہیں۔

گمنامی کے بعد شہرت

اس بستی کی ترقی کے متعلق اللہ تعالےٰ نے حضور پر جو علم دیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے۔ کہ

"ہم نے کشف میں دیکھا۔ کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا۔ اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے۔ اونچی اونچی دو منزلی یا چو منزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوترہ والی دکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں۔ اور موٹے موٹے سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کو رونق ہوتی ہے بیٹھے ہیں۔ اور اُن کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں۔ روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔ اور قسما قسم کی دکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگا رہی ہیں۔ یکے۔ بگھیاں۔ ٹمٹم۔ فٹن۔ پالکیاں۔ گھوڑے۔ شکرم۔ پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں۔ کہ مونڈھے سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے۔ اور راستہ بمشکل ملتا ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۳۹۳-۳۹۴)

یأتیک من کل فج عمیق ویأتون من کل فج عمیق

یعنی دور دور سے آپ کے پاس تحائف آئیں گے۔ اور دور دور سے لوگ بھی آیا کریں گے۔ پھر فرمایا:-

لا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ لوگ بہت کثرت سے آویں گے۔ اُن کے ہجوم اور بھیڑ سے پیشانی پر بل لانا اور نہ ہی اُن کی عرض و معروض اور ملاقات و مصافحہ سے تھک جانا۔ پھر یہ بھی فرما دیا کہ:-

وسع مکانک

لوگ بہت ہی کثرت سے آئیں گے۔ اُن کے رہنے سہنے اور ٹھہرنے کے [illegible] کرو۔ اور اپنے مکان کی توسیع کرو۔

الغرض اس وجود باجود یعنی سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود سے جہاں دنیا بھر میں عجیب و غریب تغیرات شروع ہو گئے۔ وہاں قادیان کی نحوست و ویرانی بھی ترقی و رونق میں متبدل ہونے لگی۔ حضرت اقدس کے والد محترم کی تنگی فراخی سے بدلنے لگی۔ اور مشکلات کا اس طرح خاتمہ ہو گیا۔ کہ حضور پر نور نے اُن مصائب و شدائد سے کوئی حصہ ہی نہ پایا۔ قادیان قعر ذلت و چاہ گمنامی سے نکل کر عروج و اقبال کی منزلیں طے کرنے لگی۔ اور ہوتے ہوتے یہ ہوا۔ کہ آج اس مہبط انوار الٰہیہ کے نام کے ساتھ ساتھ قادیان کا نام بھی

دنیا کے کناروں

تک پہنچ چکا ہے۔ آپ دنیا کے کسی کونہ میں چلے جائیں۔ ساتوں سمندر پار دوسری دنیا میں۔ کرۂ ارض کے انتہائی شمال یا انتہائی جنوب میں۔ مطلع الشمس یا مغرب الشمس یعنی مشرق بعید یا مغرب بعید میں جہاں بھی جائیں گے۔

خدا کے اس آخری نور

کی شعاع اور کرن ہر ملک۔ ہر علاقہ اور ہر بر اعظم میں منور پائیں گے ....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادران ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جب کہ آپ کی وفات قریب آ گئی تھی بطور وصیت سب مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا۔ ان دماءکم واموالکم (اور ابی بکرہ کی حدیث میں ہے۔ واعراضکم) حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا۔ اس شہر میں اس مہینہ میں اس دن کو اللہ تعالیٰ نے جو حفاظت بخشی ہے (یہ حج کے ایام کی بات ہے) وہی تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں (اور ابی بکرہ کی روایت کے مطابق اور تمہاری عزتوں) کو خدا تعالےٰ نے حفاظت بخشی ہے۔ یعنی جس طرح مکہ میں حج کے مہینہ اور حج کے وقت کو اللہ تعالےٰ نے ہر طرح پُر امن بنایا ہے اسی طرح مومن کی جان اور مال اور عزت کی سب کو حفاظت کرنی چاہیئے۔ جو اپنے بھائی کی جان مال اور عزت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ گویا وہ ایسا ہی ہے۔ جیسے حج کے ایام اور مقامات کی بے حرمتی کرنے والا۔

پھر آپ نے دو دفعہ فرمایا۔ کہ یہ حدیث جو بھی سنے آگے دوسروں کو پہنچا دے۔ پس اس حکم کے ماتحت یہ حدیث آپ تک پہنچاتا ہوں۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ اس حکم کے ماتحت آپ آگے دوسرے بھائیوں تک مناسب موقعہ پر یہ حدیث پہنچا دیں۔ اور انہیں سمجھا دیں۔ کہ ہر شخص جو یہ حدیث سنے اسے حکم ہے۔ کہ وہ آگے دوسرے مسلمان بھائی تک اس کو پہنچاتا چلا جائے۔

خاکسار عبدالرحمٰن قادیانی بتعمیل ارشاد سیدنا حضرت امیر المومنین۔

آپ دنیا کے کسی چھوٹے سے چھوٹے مقام یا بستی سے صرف قادیان کا نام لکھکر خط پوسٹ کر دیں۔ نہ لکھیں انڈیا۔ نہ لکھیں پنجاب اور بے شک نہ لکھیں ضلع و تحصیل۔ پھر بھی آپ کا خط اپنی منزل پر ضرور پہنچ رہے گا۔ غرض بیابانوں میں بھی اور ناقابل عبور پہاڑوں میں بھی خدا کے اس برگزیدہ انسان کا نام سن پائیں گے۔ کیونکہ جہاں انسان نہیں پہنچ سکتے۔ وہاں خدا کے فرشتے اس بزرگ ہستی کی نام کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ یہ مبالغہ ہے اور نہ ہی شاعرانہ خیال۔ بلکہ واقعات ہیں۔ حقائق اور چشم دید حالات ہیں۔ جن کی ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں مثالیں مل سکتی ہیں۔ کہ بالکل غیر معروف علاقوں۔ ویرانے جنگلوں اور سنسان پہاڑوں میں بھی قادیان کے عاشق اور خدا کے مسیح کے نام لیوا موجود پائے گئے۔ اور زیادہ تر حصہ اس شہرت و عروج اور اشاعت و تبلیغ کا اس

پچیس سالہ دور سعید

ہی میں ظہور پذیر ہوا۔ جو امیر المومنین سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عہد سعادت مہد کے نام سے معروف ہے۔

ترقی مکان و مکین

جیسا کہ پہلے حصہ مضمون میں لکھا جا چکا ہے۔ اس حساب سے زیر آبادی رقبہ زیادہ سے زیادہ بائیس یا تئیس ایکڑ تھا۔ مگر تباہی و بربادی کے باعث ایک چوتھائی آباد باقی برباد یا سنسان و معطل اور خاویۃ علیٰ عروشھا۔ خدا نے اپنی قدرت نمائی سے دوبارہ اس کی آبادی و معموریت کے سامان پیدا کئے۔ اپنے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے لئے اس اجڑی بستی کا انتخاب فرما کر اپنے علم اور قدرت دو نو صفات کا اظہار فرمایا۔ اور موت کے بعد اسے وہ حیات بخشی۔ جس کے بعد پھر اس کے لئے کوئی موت مقدر نہیں۔ کیونکہ اب یہ

خدا کے رسول کی تخت گاہ

بنکر معزز و مکرم اور مرجع خلائق بن چکی ہے۔ فیوض و برکات روحانیہ کے علاوہ ظاہری لحاظ سے بھی پہلے ایک تباہ حال گاؤں سے آباد گاؤں۔ پھر قصبہ اور اب شہر کی حیثیت تک پہنچ چکی ہے۔ رقبہ زیر آبادی کی وسعت کے لحاظ سے تیس چالیس گناہ اور مکانات کی خوبی و قیمت کے حساب سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں گنا ترقی پا کر اب اتنی آباد اور وسیع گنجان ہو گئی ہے۔ کہ پرانی بستی میں چپہ بھر زمین باقی نہ رہی تو فصیل اور کھائیاں آباد ہو کر زرعی اراضیات میں دور دور تک آبادی ہی آبادی اس طرح پھیل گئی ہے۔ جیسے قدوسیوں کی کوئی چھاؤنی ہو۔ مکانات کا نمبر بروئے کاغذات سمال ٹاؤن کمیٹی اٹھارہ سو ہے۔ اور جو حدود کمیٹی سے باہر ہیں۔ اُن کو ملا کر یہ نمبر دو ہزار سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ مگر مکان مکان میں فرق ہے۔ ایک دو کوٹھڑی اور چھوٹا سا صحن بھی مکان اور دس پندرہ کمرے کا مکان بھی مکان۔ اور چونکہ ہر احمدی مکان بناتے وقت وسع مکانک کے حکم کو مدنظر رکھکر مکان بناتا ہے لہذا یہ مکانات اپنی وسعت و فراخی اور خوبی و صفائی کے لحاظ سے کئی کئی مکانات کے قائم مقام ہیں۔

اصل آبادی کے علاوہ کم و بیش سات سو ایکڑ رقبہ میں مکانات باغات اور کوٹھیاں پھیل گئی ہیں۔ دار الامان۔ دار الرحمت۔ دار العلوم دار الشکر۔ دار الفضل۔ دار السعت۔ دار البرکات دار الفتوح۔ ناصر آباد دار الصحت۔ باب الانوار۔ دار الانوار اور دار الیسر یہ تیرہ محلہ جات صدر انجمن [illegible] انتظام کے ماتحت آبادی کے لئے مکمل ہو چکے ہیں۔ ابھی نہ معلوم کتنے اور کھلیں گے۔ آبادی کا اندازہ سنہ ۱۹۳۹ء مطابق [illegible]۵۸ ہجری تک

بارہ تیرہ ہزار

سے بھی اوپر کہا جاتا ہے۔ اراضی کی حیثیت و قیمت میں موقع و محل کے لحاظ سے بیس پچیس گنا سے لے کر سو گنا تک اضافہ ہو چکا ہے۔ اور آس پاس کے دیہات جو کبھی دور معلوم ہوا کرتے اب قادیان کے محلے بنتے جا رہے ہیں۔ اور اس طرح فرمان الٰہی انا نأتی الارض ننقصھا من اطرافھا افھم الغالبون کی تصدیق و منظر نئے رنگ اور نئی شان میں مشہود و محسوس ہوتا ہے۔ بنیاد ان ترقیات کی مہبط انوار الٰہیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے زمانہ میں پڑ چکی تھی۔ مگر موجودہ شان و عظمت اور ترقی و اقبال کا اکثر حصہ

خلافت ثانیہ کے برکات و فیوض

سڑک کی سڑک کے دونوں طرف قادیان کی آبادی واقعہ ہے۔ اس طرح آبادی میں سے ہو کر آن کا گذرنا گویا بازار ہی سے گذرنا نظر آیا کرتا۔ مگر خدا معلوم کل کو ریل موٹر چلنے لگے یا بازاروں میں ٹرام بھی چلنے لگیں۔ اور اس طرح بار بار حضور کا یہ رویا پورا ہوتا لوگوں کو دیکھنا نصیب ہو۔ سردست یہ ڈبے والی گاڑی تو صرف ... زمانہ کے موجودہ لوگوں پر سیدنا حضرت اقدس کے اس رویا کی صداقت کے اظہار کو آئی ہیں۔ جو آئیں۔ اور حضرت چھ ماہ دور کرا بے تک ہی گئیں۔ اور بار برداری نیز گدھے گدھوں کی جان بچی۔ فالحمد للہ۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔

ریل یا دیگر تیز سواریوں کی آمد کا نظارہ اللہ تعالیٰ نے قادیان سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھا دیا تھا۔ گر یہ بھی خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں۔

حیثیت جائیداد

وہ کھنڈرات اور ویرانے جو کبھی زمانے میں خلافت کے ستون اور ریاست کے ذخیرہ گاہ تھے آباد ہو چکے۔ شکستہ و خستہ عمارات مرمت یا تعمیر ہوئیں۔ مقفل گھر آباد اور بربادشدہ محلے معمور ہو گئے۔ اور ... آبادی و عمارات کی ایسی ترقی ہوئی۔ کہ اب اصل ... میں تو بہ مجبور زمین ملنی محال۔ وہ فصیل شہر جو سرکار جو کوڑیوں کے مول ... کے برابر حکام سلسلہ نے لوگوں کو منگے مندھی ... ایک انچ بجائے صد روپیہ میں بھی دستیاب نہیں ہو سکتی۔ ... جن کی نگرانی پر اتنا خرچ کرنا پڑتا تھا بھاری ماہوار کرایہ ... ہیں۔ کھائی اور خوابگاہ کے کھنڈر ... دکانیں آباد ہو گئے۔ جن کو بھر کر ہموار کرنے ہی کے اخراجات زمین کی قیمت سے کئی گنا زیادہ ہو جاتے ہونگے۔ الغرض زمین قادیان اب ہر لحاظ سے محترم ہے۔ روحانی لحاظ سے بھی اور مادی لحاظ سے بھی۔ میرے اپنے اندازہ میں اراضیات زیر آبادی کی قیمت اُس زمانہ کے مقابلہ میں آج کل

چالیس پچاس گنا سے سو گنا

تک موقعہ و محل کے لحاظ سے بڑھ چکی ہے۔ اور ابھی بڑھتی جا رہی ہے۔ اور بڑھتی جائیگی۔ خاندان نبوت کا احسان ہے۔ کہ انہوں نے روحانی فیوض و برکات کے خزانوں کی طرح زمینی خزانوں کے دروازے بھی کھول دیئے اور اپنی نہایت ہی قیمتی اراضیات مفت کے برابر لوگوں میں تقسیم کرنی شروع کر دیں۔ تاکہ وہ اس مقدس بستی میں گھر بنا کر امن و چین کی زندگی بسر کر سکیں۔ اگر یہ خاندان اس فیاضی و ایثار سے کام نہ لیتا۔ تو سو چند تو کیا ہزار چند قیمت پہ بھی اس بستی میں زمین ہاتھ نہ آ سکتی۔ اور اس طرح اس شمع روحانی کے پروانے تڑپ تڑپ کر ہی جان بحق ہوا کرتے۔ یہ احسان اتنا بھاری اور قابل شکر گذاری ہے کہ ہماری نسلیں بھی اگر نسلاً بعد نسلٍ اس کی شکر گذاری ادا کرنے میں قربان ہو جائیں۔ تو

حق شکر گذاری

... سکے گا۔ یہ مقدس انگور ... ہم کرنے تک خواہاں ہوتے ... سے بہتر موقع اور کیا ہو سکتا تھا کہ زمینیں روک رکھتے ... عشق و صدق کے شیدائی۔ اخلاص و عقیدت کے ... خدا کے فدائی۔ قادیان کی مقدس بستی اور جوار ... میں گھر بنانے کے لئے ہر قیمت پر اراضی حاصل کرنے

کو تیار ہو جاتے ۔

اس طرح نہ صرف اس کریم النفس خاندان نے اپنی روایتی فیاضی فطری مروت اور خاندانی امتیاز کو صرف اپنے خدام اور عقیدت کیشوں تک ہی محدود رکھا۔ بلکہ اس ذریعہ سے اپنی قدیم غریب رعیت پر بھی بہت بڑا احسان فرمایا۔ ورنہ یہ غریب روپیہ کی لالچ میں کبھی کے اپنے گھر بار بیچ گھر سے بے گھر اور بے خانماں ہو چکے ہوتے جن کو پھر قادیان میں زمین کا ملنا قریباً محال ہی تھا۔ اور احمدیوں میں سے متوسط الحال اور غریبوں پر یہ رحم ہوا۔ کہ زیادہ قیمت ہوتی تو وہ بھی خرید نہ سکتے۔ اور محروم رہ جاتے۔ کئی ایسے میرے علم میں ہیں۔ جنہوں نے روپیہ کی طمع سے گھر بیچ دیئے۔ مگر پھر باوجود کوشش کے بھی وہ قادیان میں گھر نہ بنا سکے۔ کئی ایسے میرے علم میں ہیں۔ کہ انہیں ان رعیت پرور۔ غریب نواز اور رحم دل بزرگوں نے قیمتی اراضیات بالکل مفت دے دیں۔ اور اس میں احمدی۔ غیر احمدی بلکہ مسلم و غیر مسلم کی بھی تمیز نہ فرمائی۔ ایسے لوگ بھی میرے علم میں ہیں۔ جنہوں نے بالکل تھوڑی قیمت پر زمین خریدی۔ اور کچھ عرصہ بعد پچاس پچاس بلکہ ساٹھ گنا تک پر فروخت کر کے بہت بڑا فائدہ حاصل کر لیا۔

ناخواندگی جہالت کا ازالہ

اور تعلیم کا چرچا تو قادیان اور اس کے گرد و نواح میں خدا کے فضل سے اس طرح ہوا۔ کہ اس کی مثال ہندوستان بھر میں نہیں مل سکتی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ ایسا علم و عرفان کا نور اپنے ساتھ لائے۔ جس نے جہالت کی تاریکیوں کو دُور کر کے علوم ظاہری و باطنی۔ دینی اور دنیوی کا ایک دریا رواں کر دیا کجا وہ زمانہ کہ معمولی خواندہ کے آدمی بھی ڈھونڈے نہ ملا کرتے تھے۔ کجا یہ دن کہ اس مقدس بستی میں جاہل و ان پڑھ کا ملنا مشکل ہو گیا ہے۔ احمدیوں میں تو سیدنا امیر المومنین حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی کی تحریک کے ماتحت اب خدا کے فضل سے سو فیصدی پڑھے لکھے لوگ موجود ہو گئے۔ اور اتنا بھاری تغیر ہے۔ کہ تہذیب و تمدن کے اُن ممالک میں بھی اس کی نظیر شاید نہ مل سکے۔ جو اپنے آپ کو علم و ہنر کا گہوارہ سمجھتے ہیں۔ کئی سال گذرے بعض زندہ دل با مذاق بزرگوں نے ایک جلسہ کر کے صداقت سلسلہ کے مضمون پر قادیان میں مقیم دوستوں سے مختلف زبانوں میں تقریریں کرائیں۔ تو غالباً چالیس مختلف زبانوں کے جاننے والے مختلف ممالک کے لوگ تو اسی زمانہ میں موجود تھے۔ اب تو خدا کے فضل سے اور ترقی ہو چکی ہے۔

فتبارک من علّم و تعلّم

آج قادیان کی اس مبارک بستی میں خدا کے فضل سے تین ہائی سکول کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ جن کے ساتھ تین ہی الگ الگ اپنے اپنے پرائمری سکول بھی ہیں۔ اور ڈسٹرکٹ بورڈ پرائمری سکول ان کے علاوہ۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول جس میں ۹۲۴ طلباء تعلیم پا رہے ہیں۔ اور تعلیم مروجہ کے علاوہ دینی تعلیم کا کورس بھی خاطر خواہ رکھا ہوا ہے۔ اس مدرسہ کی عمارت ایسی شاندار اور اتنی خوبصورت ہے کہ پنجاب بھر میں اس کے مقابل کی دوسری عمارت ہائی سکول کی موجود نہیں۔ اس سکول کی عمارت کا تخمینہ

ایک لاکھ دس ہزار

روپیہ تھا۔ مگر بالائی منزل ابھی نہیں بنائی گئی۔ اور موجودہ عمارت اسی ہزار روپیہ کے خرچ سے زیر نگرانی مکرمی قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی تیار ہوئی۔ نقشہ و تخمینہ بھی انہیں کا تیار کردہ ہے۔ ایک بورڈنگ ہے جس کا نقشہ و تخمینہ اٹھائیس ہزار کا مکرم ملک نور الدین صاحب مرحوم نے بنایا۔ اور تیاری زیر نگرانی قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی ہوئی۔

دوسرا نصرت گرلز سکول ہے جو سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام پر معنون ہے۔ اس میں ان دنوں ۵۱۳ طالبات داخل ہو کر تعلیم پا رہی ہیں۔ اس کی عمارت پر بائیس ہزار سے زائد روپیہ صرف ہوا۔ تعلیم کے لحاظ سے اس میں ایک بہت بڑی خصوصیت سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کی توجہات کی طفیل رکھی گئی ہے۔ کہ مڈل کی تعلیم کے بعد طالبات کے لئے تین سالہ دینی کورس مقرر کیا گیا ہے۔ اور اس طرح طالبات دینیات میں بھی اچھی خاصی مہارت حاصل کرتی ہیں۔

تیسرا ڈی۔ اے۔ وی ہائی سکول ہے۔ جس میں تخمیناً ۲۶۵ طلباء داخل اور مصروف تعلیم ہیں۔

ڈسٹرکٹ بورڈ پرائمری سکول میں ۱۰۲ طلباء اور تین استاد ہیں۔ یہ تو ہوئیں مروجہ تعلیم گاہیں۔ جن کے طلباء و طالبات کی مجموعی تعداد

اٹھارہ سو پانچ

ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ دینی تعلیم کے لئے ایک علیحدہ سکول مدرسہ احمدیہ کے نام سے جاری ہے۔ جس کے ساتھ بھی ایک بورڈنگ ہے۔ اس مدرسہ میں دینیات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مروجہ تعلیم انگریزی۔ حساب۔ جغرافیہ۔ سائنس وغیرہ بھی دی جاتی ہے۔ قرآن و حدیث اور ان کے خادم علوم عربی میں پڑھائے جاتے ہیں۔ سات سال کا کورس ہے۔ اس سکول میں

اڑھائی سو طلباء

تعلیم پا رہے ہیں۔ جن میں حافظ کلاس اور متفرق کلاس کے طلباء بھی شامل ہیں۔ اس سکول کے سات سالہ کورس پورا کرنے کے بعد مولوی فاضل کی مروجہ ڈگری کی تیاری کے واسطے دو سالہ کورس مقرر ہے جو

جامعہ احمدیہ

میں پورا کرایا جاتا ہے۔ اور حضور کا فضل ہے۔ کہ آج تک کئی سو مولوی فاضل ..... اس درسگاہ سے تیار ہو کر نکل چکے ہیں۔ مولوی فاضل پاس کر لینے کے بعد منتخب قابل نوجوانوں کو تبلیغی ضروریات کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح دو سال اور میں مبلغین کلاس کا کورس پورا ہو جاتا ہے۔ جہاں علاوہ عربی زبان کی تکمیل کامل کے انگریزی اور سنسکرت وغیرہ کی تعلیم کا بھی تسلی بخش انتظام ہے۔ اس جامعہ میں آج کل ... طلباء تعلیم پا رہے ہیں۔ جن کی عمارت کا نقشہ تخمینہ اور تیاری بھی قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی ولد قاضی ضیاء الدین صاحب مرحوم قاضی کوٹی کے ہاتھوں ہوئی۔ اور یہ عمارت

ستائیس ہزار روپیہ

کے خرچ سے تیار ہوئی۔

یہ تو ہوئی تعلیم بذریعہ باقاعدہ مدارس۔ مگر حقیقت یہ ہے

مسجد اقصیٰ

اصل مسجد کا رقبہ زیر گنبد تقریباً چار سو مربع فٹ مسقف اور ساڑھے تیرہ سو مربع فٹ بصورت صحن تھا۔ منارۃ المسیح کی بنیاد کے ساتھ ہی اس مسجد کی توسیع بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے کروائی۔ جس سے مسجد اقصیٰ کا صحن قریباً ۳۳۰۰ مربع فٹ بڑھ گیا۔ اوّل فرش صحن اور اس اضافہ کا امتیاز نمایاں موجود ہے۔ اور کنواں۔ مزار شریف نیز منارۃ المسیح مسجد کے صحن میں شامل ہو گئے۔ مشرقی کوچہ کو مسقف کر کے غسل خانے اور وضو کے لئے پانی کا انتظام کر دیا گیا۔ اور اس طرح صحن پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ گیا تھا۔ مگر جماعت کی ترقی کے ساتھ ہی مسجد کی وسعت کی ضرورت پیدا ہوئی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اصل مسجد کے جنوبی جانب ۴۴ فٹ × ۱۵ فٹ قریباً ۶۶۰ مربع فٹ کا ایک اور کمرہ بنایا گیا۔ جس کے نیچے سامان کے لئے سٹور ہے۔ اور صحن میں بھی کچھ ایزادی ہوئی۔ جس کے آثار اب بھی نمایاں اور بیّن نظر آ رہے ہیں۔ مگر باوجود ان تمام زیادتیوں کے جمعہ کے اجتماعات کے لئے مسجد پھر بھی تنگ ہی رہتی۔ اور لوگ ارد گرد کے مکانات کی چھتوں اور گلی کوچوں میں بھی نہ سما سکتے۔ تا اللہ تعالیٰ نے

سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی توجہ اور زیادہ توسیع کے لئے مبذول ہوئی۔ حضور کے ارشادات کے ماتحت یہاں جماعت نے مال و زر پیش کیا۔ وہاں کارکنان نے حضور کی ہدایات کے ماتحت عملی امور کی انجام دہی میں محنت کوشش اور مستعدی سے کام کیا۔ سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے ایثار پانچ مکان برائے نام قیمت پر دیکر ایثار و قربانی اور اخلاص کی ایک قابل رشک مثال قائم کر دکھائی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔ اس طرح عہد خلافت ثانیہ میں مسجد اقصیٰ کی وسعت میں اتنا بڑا اضافہ ہو گیا کہ اصل مسجد اور اس کے بعد کے تمام اضافوں سے بھی قریباً ڈھائی گنا زیادہ آج اس مسجد کی وسعت ہے۔ تعمیر اوّل بلکہ دوسری اور تیسری ایزادی کے وقت بھی صرف دالان مسقف ہی تھے۔ کوئی دروازہ اور شیڈ نہ تھے۔ یہ تمام کے تمام خلافت ثانیہ ہی کے برکات ہیں۔ سید سردار حسین شاہ صاحب اوورسیئر جن کی زیر نگرانی یہ توسیع ہوئی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ ایزادی کل ۱۸۰۰۰ مربع فٹ کی ہے جس میں سے گنبد کے اوپر کے حصہ میں مسقف و غیر مسقف ملاکر ۲۴۰۰ مربع فٹ کی ایزادی اس کے پیچھے کے حصہ میں ہوئی۔ جہاں مستورات کیلئے نماز کی ادائیگی کے واسطے عمدہ کمرے بنائے گئے۔ اور چند دوکانات بجانب غربی کوچہ تیار ہوئی ہیں۔ اور کہ اس تمام توسیع کے اخراجات کا میزان سہ ط

آٹھ ہزار چھ سو چورانوے

روپیہ چار آنہ تین پائی ہے۔

منارۃ المسیح جس کی تعمیر و تکمیل کے ساتھ بہت کچھ بشارات اور ترقیات منسلک تھیں۔ اور جس کی بنیاد سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے دست مبارک سے رکھی۔ جو بنیاد کے علاوہ سطح صحن مسجد سے چھ فٹ اوپر تک حضور ہی کے زمانہ میں تیار ہوا۔ اور وہیں رکا پڑا تھا۔ اس کی تعمیر و تکمیل بھی خلافت ثانیہ ہی میں ہوئی۔ منارۃ المسیح کا نقشہ اور تخمینہ سید عبدالرشید صاحب مرحوم برادر صغیر حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے بنایا۔ اینٹوں کیلئے بھٹہ سیال امام الدین صاحب عرف ماما دینے فروش کرنے دی۔ اس کا [illegible] خرچ تھا۔ بنیاد بہت گہری۔ لمبی چوڑی اور کنکریٹ وغیرہ کے ذریعہ مضبوط کرائی گئی تھی۔ چھ فٹ سے اوپر کی تعمیر کا کام مکرمی قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی کی زیر نگرانی ہوا۔ اور

پانچہزار نو سو تریسٹھ روپیہ

کے خرچ سے منارۃ المسیح مکمل ہو گیا۔ بنیاد سے لے کر چھ سات فٹ بلندی تک کے اخراجات اس میں شامل نہیں۔ کلاک گھڑیاں۔ کھمبے بجلی کا سامان و انتظام اور حالیہ سفیدی۔ نیز چندہ دہندگان کے اسماء کی لکھائی وغیرہ ان اخراجات کے علاوہ ہیں۔ منارۃ المسیح کی بلندی ایک سو پانچ فٹ تین منزل ایک گنبد اور ۹۲ سیڑھیاں ہیں۔ اور اس پر ۲۹۸ نام چندہ دہندگان کے کندہ ہیں۔ روشنی کا یہ عالم ہے۔ کہ اندھیری رات میں پوری روشنی سے آدھ آدھ میل دور تک انگریزی اخبار اور کتابیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ کنواں اوپر تھا۔ اور صحن میں حارج۔ اب اس کو نیچے کر کے سرنگ وغیرہ بنا کر صحن سے جدا کر دیا گیا ہے۔ مزار شریف کو بھی بند کر دیا گیا ہے اور آج کل تو اللہ کے فضل سے بجلی کی روشنی اور پنکھوں کے علاوہ لاؤڈ سپیکر کا بھی انتظام ہے۔ جس کے ذریعہ خطبہ بہت اچھی طرح تمام حاضرین تک پہنچ جاتا ہے۔ لاؤڈ سپیکر اور بجلی پنکھے دو بزرگوں یعنی حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور رضا صاحب نعیم محمد صاحب مرحوم سپرنٹنڈنگ انجینیئر پشاور کی یاد تازہ رکھنے اور ان کے لئے صدقہ جاریہ کا کام دے رہے ہیں۔

(۳) مسجد دار الفضل

محلہ دار الفضل میں واقعہ ہے۔ ایک کنال اراضی خاندان نبوت نے ازراہ کرم اس کی تعمیر کے واسطے وقف فرمائی۔ پانچہزار تراسی روپیہ کے صرف سے موجودہ صورت میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ کنواں اور غسل وضو کا انتظام ہے۔ اب قاضی سید غلام حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ محکمہ وٹرنری نے دس مرلہ اراضی اور مسجد کے ساتھ اپنی طرف سے وقف فرمائی ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

(۴) مسجد دار الرحمت

محلہ دار الرحمت میں واقع ہے۔ ایک کنال اراضی خاندان نبوت نے اپنی طرف سے اس کی تعمیر کے واسطے وقف فرمائی۔ اور قریباً تین ہزار روپیہ کے خرچ سے دالان۔ برآمدہ اور دیگر ضروریات فرش فروش اور کنواں و غسل خانہ وغیرہ تیار ہوئے۔ کنواں حکیم محمد عمر صاحب کی بیوی صاحبہ عزیزہ بیگم نے اور غسل خانہ اور کچھ حصہ فرش اندرونی حصہ مسجد بھائی محمود احمد صاحب کی سخاوت کا نتیجہ ہے۔ جزاہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ۔

(۵) مسجد نور یا دار العلوم

مسجد دار العلوم جس کا اصل نام مسجد نور ہے۔ اور حلقہ وار تقسیم کے لحاظ سے اس کا نام مسجد دار العلوم بولا جاتا ہے۔ سیدنا نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں تیار ہوئی۔ سنگ بنیاد بھی آپ ہی نے رکھا تھا۔ بہت وسیع مسجد اور وسیع ہی صحن ہے۔ قاضی عبدالرحیم صاحب کی نگرانی میں تین ہزار روپیہ کے خرچ سے تیار ہوئی۔ اس کے اخراجات کی فراہمی کا سہرا قبلہ حضرت ناناجان میر ناصر نواب صاحب کے سر ہے۔ جنہوں نے نہایت محبت و اخلاص اور تندہی و جفاکشی و محنت سے فراہم فرمائے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ۔ مسجد مسقف اور صحن کا کل رقبہ ۴۶۰۰ مربع فٹ تھا۔ مگر عہد خلافت ثانیہ میں صحن میں ۲۴۰۰ فٹ کا اضافہ کرایا گیا۔ کنواں متصل اور نل صحن کے ایک کونہ میں سایہ دار درخت برگد کے قریب واقع ہے۔ اراضی زیر مسجد خاندان نبوت کی ملکیت سے ملی تھی۔

(۶) مسجد دار البرکات

اراضی اس مسجد کے لئے بھی ایک کنال خاندان نبوت ہی کا عطیہ ہے۔ تعمیر ایک دالان ۱۷ × ۳۱ فٹ مع صحن وغیرہ قریباً دو ہزار روپیہ صرف ہوا۔ نل پانی کے واسطے موجود ہے۔

(۷) مسجد دار الفتوح

زیر سقف ۱۷ × ۳۱ فٹ کمرہ مع محراب۔ کھڑکیاں اور دروازے وغیرہ کا خرچ قریباً بارہ سو روپیہ ہوا۔ ایک کنال اراضی خاندان نبوت کی عطا و سخاوت کا نتیجہ اور بیرونی جماعت ہائے اور احباب قادیان کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ جگہ بارش وغیرہ کی وجہ سے نشیب ہو چکی تھی جس کو بھرتی ڈال کر محنت اور کوشش سے ہموار کیا گیا۔ نل اس مسجد کا مکرم محترم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بطور صدقہ جاریہ لگوا دیا جس سے خلق خدا فائدہ اٹھاتی اور دعائیں دیتی ہے۔

(۸) مسجد سٹار ہوزری فیکٹری

احمدیہ سٹار ہوزری کے دوستوں نے محنت اور کوشش کر کے چندہ سے مسجد بنا کھڑی کی۔ اراضی زیر مسجد خاندان نبوت کی عطا ہے۔ جو انہوں نے اپنے [illegible] مرحوم شیخ نور احمد صاحب کو بطور ہبہ علاوہ اور اراضی کے عطا فرمائی تھی۔ سات سو دو مربع فٹ رقبہ مسقف مع صحن ہے۔ کنواں اور غسل خانہ برابر موجود ہے۔

(۹) مسجد دار السعت

بارہ مرلہ اراضی زیر مسجد اہلی محلہ کی محنت کوشش اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ جس کے لئے خواجہ شمس الدین صاحب لائق صد آفرین و مرحبا ہیں۔ کہ انہوں نے انتہائی کوشش سے کوشش کر کے ایک نہایت خوبصورت مسجد کھڑی کر دی۔ جس میں زیر سقف قریباً چالیس آدمی با آسانی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اور اس سے ڈیوڑھے صحن میں۔ باقی اراضی محدود بہ چہار دیواری باغیچہ یا زنانہ ترقی میں وسعت مسجد کے لئے محفوظ ہے۔

(۱۰) مسجد فضل مسجد حلقہ ارائیاں

قریباً سات [illegible] ہے۔ زیر سقف [illegible] فٹ اور باقی صحن، حجرہ وغیرہ خلافت اولیٰ کی یادگار ہے۔ جو دراصل پہلے بھی اسی غرض کے لئے وقف ہوئی۔ مگر بعد میں لوگوں نے کوٹھڑیاں بنا کر مویشی باندھنا شروع کر دیئے تھے۔ سیدنا حضرت خلیفہ اولؓ کو اس کا بہت رنج اور درد تھا۔ آخر آپ کی توجہ سے یہ مسجد کی صورت میں مکمل اور محدود ہو گئی۔ الحمد للہ۔

(۱۱) مسجد محلہ ناصر آباد

قبلہ حضرت ناناجان میر ناصر نواب صاحب مرحوم مغفور کی یادگار جو آپ نے محلہ دارالضعفاء کے نمازیوں کے واسطے تعمیر کرائی۔ مگر سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ابتداءً اس میں نماز باجماعت کی اجازت نہ دی۔ مگر اب کہ ہماری مساجد نمازیوں پر تنگ ہونے لگیں۔ حضور نے اس کو بھی نماز باجماعت کے لئے کھلوا دیا۔ یہ اور محلہ میں کوارٹرز اور نور ہسپتال بھی قبلہ حضرت ناناجان محترم کی یادگار ہیں۔ زیر سقف رقبہ ۲۹ × ۱۰ فٹ اور صحن ۴۵ × ۲۴ فٹ۔ کنواں بالکل متصل ہی واقع ہے۔ محلہ کا نام بھی سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز